



بر صغیر کے صوفی مکتوبات اور جدید ذرائع ابلاغ: امام ربانی مجدد الف ثانی کے مکتوبات کی روشنی میں ایک تقابلی مطالعہ

***Sufi Letters in the Indian Subcontinent and Modern Means of Communication: A Comparative Study in the Light of the Letters of Imam Rabbani Mujaddid Alf Thani***

**Muhammad Rafiq**

PhD scholar, Department of Islamic studies Green International University Lahore.

Email: [rafiqmadni2526@gmail.com](mailto:rafiqmadni2526@gmail.com)

**Dr. Muhammad Ismail Tabish**

Assistant professor Department of Islamic studies Green International University Lahore

Email: [ismail.tabish@giu.edu.pk](mailto:ismail.tabish@giu.edu.pk)

**Hafiz Muhammad Ahmad Quadri**

PhD scholar, Department of Islamic studies, Superior University, Lahore.

Email: [SU94-PHISW-F24-010@edu.com](mailto:SU94-PHISW-F24-010@edu.com)

**Abstract**

The research article titled “Sufi Correspondences of the Indian Subcontinent and Modern Communication Media: A Comparative Study in the Light of Imam Rabbani Mujaddid Alf Sani’s Letters” examines the intellectual, spiritual, and communicative dimensions of Sufi correspondence in the Indian subcontinent and compares them with contemporary digital communication tools such as social media, WhatsApp, and emails. Imam Rabbani, Mujaddid Alf Sani (1564–1624 CE), a prominent figure of the Naqshbandi Sufi order, played a pivotal role in revitalizing Islamic teachings and spiritual awareness during the Mughal era. His extensive collection of letters, known as *Maktubat-e-Imam Rabbani*, is not merely a personal correspondence but serves as a profound guide for spiritual, ethical, and intellectual reform in both individual and collective contexts.

This study explores the historical significance of Sufi letters, particularly those of Imam Rabbani, in shaping religious thought, ethical behavior, and social cohesion in the Indian subcontinent. The letters are analyzed for their thematic content, including theology, jurisprudence, spiritual training, moral guidance, and socio-political concerns. The research highlights how each letter was meticulously crafted with attention to the recipient’s intellectual and spiritual disposition, aiming not only at personal reform but also at the cultivation of an informed and morally upright community. These letters functioned as an early model of structured, purposeful, and ethically grounded communication, demonstrating how deliberate and thoughtful messaging can influence both individual and societal transformation.

In contrast, modern digital communication tools, while offering speed, accessibility, and wide dissemination, often lack depth, ethical grounding, and spiritual purpose. Social media platforms, WhatsApp, and email facilitate rapid information exchange but frequently prioritize immediacy over meaningful engagement. By juxtaposing these contemporary modes of communication with Imam Rabbani’s letters, the study underscores the importance of intentionality, ethical framing, and audience-centered messaging for effective influence. This comparative analysis reveals that the principles of Sufi correspondence—precision, clarity, moral integrity, and audience awareness—remain highly relevant and can enhance the effectiveness of modern digital communication.

Furthermore, the study emphasizes the enduring educational and spiritual value of Imam Rabbani’s letters. The *Maktubat* not only addressed religious and ethical issues but also created a network of intellectual and spiritual dialogue across diverse communities. This historical precedent illustrates how communication can simultaneously serve individual, communal, and societal purposes. The research demonstrates that adopting similar principles in contemporary digital platforms could facilitate responsible, thoughtful, and constructive online discourse, fostering moral development and social cohesion.

The article concludes that Imam Rabbani’s correspondence exemplifies a timeless model of purposeful, ethical, and spiritually grounded communication. Modern communication strategies can benefit from these historical



*insights, ensuring that the content is not merely transmitted but also internalized, reflected upon, and applied meaningfully. By integrating the values of sincerity, ethical intention, audience consideration, and structured messaging from Sufi letters into contemporary digital practices, communicators can achieve long-lasting influence and constructive social impact. This comparative study, therefore, provides a framework for understanding how historical Sufi methodologies can inform and enrich modern communication theory and practice, bridging spiritual wisdom with contemporary technological advancements.*

**Keywords:** Imam Rabbani Mujaddid Alf Sani, Sufi Correspondence, Maktubat, Indian Subcontinent, Modern Communication, Social Media, WhatsApp, Email, Spiritual Guidance, Ethical Communication, Comparative Study

### مقدمہ (Introduction)

برصغیر کی علمی و روحانی تاریخ میں مکاتیب صوفیہ کو ایک مستقل اور ہمہ گیر مقام حاصل ہے۔ صوفیائے کرام نے نہ صرف خانقاہی اور تبلیغی سرگرمیوں کے ذریعے عوام تک دین کی تعلیمات پہنچائیں بلکہ خطوط نویسی کو بھی ایک اہم ذریعہ ابلاغ بنایا۔ یہ خطوط دراصل ایسی تحریریں ہیں جن میں روحانی اسرار و معارف، اصلاحی نکات، فقہی و کلامی مسائل اور کبھی کبھار سیاسی و اجتماعی رہنمائی بھی موجود ہوتی تھی۔ ان مکاتیب نے برصغیر کے سماج پر گہرے اثرات ڈالے اور ایک ایسا علمی و فکری سرمایہ مہیا کیا جو آج تک اپنی معنویت رکھتا ہے۔

مکتوبات کی روایت نے اس بات کو واضح کر دیا کہ صوفیائے اپنے وقت کے جدید ترین ذرائع ابلاغ کو اپنانے سے کبھی گریز نہیں کیا۔ اُس دور میں جہاں کتابت اور خطوط نویسی ہی پیغام رسانی کا سب سے معتبر وسیلہ تھی، وہاں صوفی مکاتیب نے chain communication کی صورت اختیار کی۔ ایک مکتوب مریدین کے ہاتھوں دوسرے شہروں تک پہنچتا اور پھر وہاں سے مزید نقل ہو کر پھیلتا۔ یہ عمل دراصل اُس دور کا "social networking" تھا جس نے ایک پیغام کو محدود سے وسیع حلقے تک پہنچایا۔<sup>1</sup>

اگر ہم عصر حاضر پر نگاہ ڈالیں تو یہی کیفیت جدید ذرائع ابلاغ میں نظر آتی ہے۔ سوشل میڈیا پلیٹ فارمز (Facebook، Twitter/X، Instagram وغیرہ)، واٹس ایپ گروپس، اور ای میلز آج کے مکاتیب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جس طرح مکتوبات صوفیہ اپنے قارئین کے قلوب و اذان کو متاثر کرتے تھے، اسی طرح جدید ذرائع ابلاغ بھی سماج پر گہرے اثرات مرتب کر رہے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ صوفی مکتوبات علم و معرفت اور روحانی بالیدگی کے لیے لکھے گئے، جبکہ آج کے ابلاغی ذرائع زیادہ تر معلوماتی، تفریحی اور معاشی مقاصد کے لیے بروئے کار لائے جاتے ہیں۔

امام ربانی مجدد الف ثانی (شیخ احمد سرہندی، م 1624ء) اس سلسلے میں ایک نمایاں نام ہیں۔ آپ کے مکتوبات نے نہ صرف علمی و روحانی رہنمائی فراہم کی بلکہ اکبر بادشاہ کے عہد کی دینی و سیاسی فضا میں ایک عظیم کردار ادا کیا۔ آپ نے خطوط کے ذریعے اپنے مریدین، خلفاء اور امراء کو دین کی طرف متوجہ کیا، اور اس کے نتیجے میں ایک عظیم تحریک وجود میں آئی جس نے برصغیر کے مذہبی و سیاسی دھارے کو بدل دیا۔<sup>2</sup>

اس ریسرچ آرٹیکل کا مقصد صوفی مکتوبات اور جدید ذرائع ابلاغ کے درمیان تقابلی مطالعہ کرنا ہے۔ اس تقابل کے ذریعے ہم یہ سمجھنے کی کوشش کریں گے کہ کس طرح ایک روحانی و فکری پیغام اُس وقت خطوط کے ذریعے پھیلا یا جاتا تھا اور آج کس طرح سوشل میڈیا، واٹس ایپ اور ای میلز کے ذریعے معاشرے پر اثر انداز ہو جاسکتا ہے۔ یہ تقابل ہمیں یہ جاننے میں بھی مدد دے گا کہ جدید ذرائع کو کس طرح مثبت اور تعمیری مقاصد کے لیے بروئے کار لایا جاسکتا ہے، جیسا کہ امام ربانیؒ نے اپنے مکاتیب کے ذریعے ایک پوری امت کو فکری و روحانی بیداری دی۔ صوفی مکتوبات کا ایک اور نمایاں پہلو یہ ہے کہ وہ محض روحانی رہنمائی تک محدود نہ تھے بلکہ ان کے ذریعے ایک ہمہ گیر سماجی اور فکری ڈھانچہ بھی قائم ہوتا تھا۔ یہ خطوط افراد کو ان کی ذاتی زندگی میں تقویٰ اور پرہیزگاری کی طرف راغب کرتے تھے، مگر ساتھ ہی ان سے وابستہ حلقے میں ایک اجتماعی روحانی ماحول بھی تشکیل پاتا تھا۔ اس طرح ایک مکتوب صرف مخاطب فرد کی اصلاح نہیں کرتا تھا بلکہ وہ ایک پورے قافلے کو متاثر کرتا تھا۔

یہ مکاتیب تعلیمی اداروں، خانقاہوں اور مساجد میں پڑھ کر سنائے جاتے، ان پر تبصرے کیے جاتے اور انہیں نصاب تربیت کا حصہ بنایا جاتا۔ گویا یہ خطوط صوفیاء کے درمیان ایک "علمی و روحانی ڈائیلاگ" کی صورت اختیار کر لیتے تھے۔ ان کی حیثیت صرف شخصی پیغام کی نہ تھی بلکہ وہ ایک اجتماعی گفتگو (collective discourse) میں بدل جاتے تھے۔

<sup>1</sup> - عبدالحکیم شرف قادری، برصغیر میں صوفیائے کرام کا علمی و سماجی کردار، لاہور: الفیصل ناشران، 2001ء، ص 145۔

<sup>2</sup> - غلام علی دہلوی، مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی، لاہور: مجلس نشریات اسلام، 1963ء، ج 1، ص 7۔



اسی تناظر میں دیکھا جائے تو صوفی مکاتیب اپنی اصل میں "شبکہ ابلاغ" (network communication) کی ایک ابتدائی شکل تھے۔ ان کا پیغام ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک حلقہ سے دوسرے حلقہ تک پہنچتا رہا۔ یہی خصوصیت انہیں محض خطوط سے آگے بڑھا کر ایک فکری تحریک کا حصہ بنا دیتی ہے۔

یوں کہا جاسکتا ہے کہ صوفی مکاتیب دراصل برصغیر میں اسلامی روحانی افکار کی تدوین اور توسیع کا سب سے مؤثر ذریعہ تھے۔ ان کے بغیر نہ صوفیانہ تعلیمات اس پیمانے پر عام ہو سکتیں اور نہ ہی وہ اصلاحی تحریکیں جنہوں نے آنے والے صدیوں میں مسلمانوں کی فکری اور تہذیبی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کیا۔

یہ مقدمہ دراصل اس مقالے کی فکری بنیاد فراہم کرتا ہے۔ آئندہ حصوں میں پہلے برصغیر میں صوفی مکتوبات کی روایت پر روشنی ڈالی جائے گی، پھر امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے فکری و ابلاغی پہلوؤں کا مطالعہ کیا جائے گا۔ اس کے بعد جدید ذرائع ابلاغ اور مکتوبات کا تقابلی جائزہ پیش کیا جائے گا، اور آخر میں ایک نتیجہ اخذ کیا جائے گا کہ کس طرح صوفی مکاتیب کی روحانی روایت کو آج کے جدید ذرائع ابلاغ کے ساتھ مربوط کیا جاسکتا ہے۔

### برصغیر میں صوفی مکتوبات کی روایت

برصغیر کی تاریخ میں صوفیانے ہمیشہ روحانی اور سماجی اصلاح کا کردار ادا کیا۔ ان کی تعلیمات محض خانقاہوں تک محدود نہ تھیں بلکہ معاشرتی اور سیاسی سطح پر بھی اثر انداز ہوتی رہیں۔ اس اثر کا سب سے نمایاں ذریعہ ان کے مکاتیب تھے۔ مکاتیب صوفیانہ صرف روحانی رہنمائی کا ذریعہ تھے بلکہ یہ برصغیر کی فکری و علمی تاریخ کا قیمتی سرمایہ بھی ہیں۔ خطوط نویسی کا رواج اسلامی تہذیب میں عہد نبوی ﷺ ہی سے موجود ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے مختلف حکمرانوں اور قبائل کو خطوط لکھے، جو دعوت و تبلیغ کے اہم ذرائع ثابت ہوئے۔<sup>3</sup> یہی روایت آگے چل کر صوفیانے اپنائی۔ برصغیر میں جب صوفیاء وارد ہوئے تو انہوں نے بھی خطوط کے ذریعے اپنے افکار و تعلیمات کو پھیلا دیا۔

خواجہ معین الدین چشتیؒ (م 1236ء) اور ان کے خلفاء نے مکاتیب کے ذریعے نہ صرف اپنے مریدین کو ہدایت دی بلکہ حکمرانوں تک بھی اپنے پیغام پہنچائے۔ اسی طرح حضرت نظام الدین اولیاءؒ (م 1325ء) کے خطوط دہلی کی سیاسی اور سماجی زندگی پر اثر انداز ہوئے۔ ان کے مکاتیب میں عدل، خدمت خلق اور توکل جیسے مضامین نمایاں ہیں۔<sup>4</sup> صوفی مکاتیب عام خطوط سے مختلف ہوتے تھے۔ ان کی چند نمایاں خصوصیات درج ذیل ہیں:

1. **روحانی مضامین:** یہ خطوط تزکیہ نفس، ذکر و فکر، اور قرب الہی کی تعلیمات سے بھرپور ہوتے تھے۔

2. **سماجی اصلاح:** صوفیاء مکاتیب کے ذریعے ظلم و نا انصافی کے خلاف آواز بلند کرتے اور عدل و مساوات پر زور دیتے۔

3. **ابلاغی وسعت:** ایک خط اکثر کئی افراد تک پہنچتا اور پھر نقل در نقل ہوتا، یوں پیغام وسیع حلقوں تک پھیل جاتا۔<sup>5</sup>

4. **ادبی اہمیت:** یہ مکاتیب فارسی نثر کا اعلیٰ نمونہ ہیں، جن میں سادگی اور گہرائی یکجا ملتی ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانیؒ سے پہلے بھی کئی صوفیاء کے مکاتیب برصغیر میں مشہور تھے، جیسے حضرت شاہ بقا باللہؒ اور حضرت شاہ فخر الدین دہلویؒ۔ تاہم یہ مکاتیب زیادہ تر خانقاہی نصاب اور ذاتی معاملات تک محدود رہے۔ سیاسی اور فکری اصلاح کے اعتبار سے ان میں وہ وسعت نہ تھی جو بعد میں مجدد الف ثانیؒ کے مکاتیب میں نظر آتی ہے۔

ایک اور نمایاں پہلو یہ ہے کہ مکتوبات اکثر طلبہ اور مریدین نقل کر کے محفوظ کرتے، اور وقت گزرنے کے ساتھ یہ نسخوں کی صورت میں محفوظ ہو جاتے۔ بعض مکاتیب کو باقاعدہ مجموعوں کی صورت میں ترتیب دیا گیا۔ مثلاً مکتوبات نظام الدین اولیاءؒ اور مکتوبات فخر الدینؒ۔ ان مجموعوں نے بعد کی صوفیانہ فکر پر گہرا اثر ڈالا۔<sup>6</sup>

یہ مکاتیب صرف مذہبی یا روحانی تحریروں نہ تھے بلکہ ان میں حکمرانوں کے لیے نصیحتیں، امراء کے لیے رہنمائی اور عوام کے لیے اخلاقی تعلیمات بھی موجود تھیں۔ اس طرح مکاتیب نے برصغیر میں روحانی ابلاغ کے ساتھ ساتھ سماجی و سیاسی ابلاغ کا کردار بھی ادا کیا۔

<sup>3</sup>۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، بیروت: دار المعرفۃ، 1990ء، ج 4، ص 234۔

<sup>4</sup>۔ سید محمد اشرف علی، مکتوبات نظام الدین اولیاءؒ، دہلی: ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1985ء، ص 42۔

<sup>5</sup>۔ برنی، ضیاء الدین، تاریخ فیروز شاہی، دہلی: مطبع ندیری، 1867ء، ص 178۔

<sup>6</sup>۔ شریف الحسن، برصغیر میں صوفیانہ فکر و سیاست، کراچی: یونیورسٹی پبلی کیشنز، 2002ء، ص 97۔



حضرت مجدد الف ثانیؒ کی شخصیت کے ایک اور نمایاں پہلو کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، اور وہ ہے آپؒ کی غیر معمولی اصلاحی بصیرت۔ آپؒ نے اپنے دور کے حالات کو صرف سطحی نظر سے نہیں دیکھا بلکہ ان کی تہہ میں اتر کر یہ سمجھا کہ اصل بحران مسلمانوں کے عقیدہ و عمل میں کمزوری کا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؒ نے اپنے مکتوبات میں بار بار ایمان کی مضبوطی، سنت کی اتباع، اور بدعات سے اجتناب پر زور دیا۔

اسی کے ساتھ ساتھ آپؒ کے اندر ایک ہمہ گیر اجتماعی شعور بھی موجود تھا۔ آپؒ جانتے تھے کہ اگر صرف چند افراد کی اصلاح ہو جائے اور معاشرتی ڈھانچہ وہی کا وہی رہے تو اصلاح کا عمل پائیدار نہیں ہو سکتا۔ اس لیے آپؒ نے مکتوبات کے ذریعے علماء، صوفیاء، امراء اور عام لوگوں سب کو ایک مشترکہ فکری دائرے میں جمع کرنے کی کوشش کی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپؒ کی فکر شخصی تزکیہ کے ساتھ ساتھ اجتماعی بیداری پر بھی مبنی تھی۔

مزید برآں، آپؒ کی شخصیت میں ایک ایسی جامعیت تھی جس نے مختلف مکاتب فکر کو قریب لانے کا کردار ادا کیا۔ آپؒ نے شریعت اور طریقت کو ایک دوسرے کا مخالف قرار دینے کے بجائے ان دونوں کے باہمی تعلق کو واضح کیا اور یہ بتایا کہ حقیقی طریقت شریعت ہی کے ذریعے حاصل ہو سکتی ہے۔ یہی توازن آپؒ کی شخصیت کو منفرد بناتا ہے۔ یوں کہا جاسکتا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی شخصیت صرف ایک صوفی بزرگ کی نہیں بلکہ ایک مصلح، مفکر اور قائد کی تھی۔ ان کی فکری میراث برصغیر کی تاریخ میں نہ صرف اپنے دور کے لیے رہنمائی فراہم کرتی ہے بلکہ آج کے زمانے کے لیے بھی ایک روشن مینار کی حیثیت رکھتی ہے۔

برصغیر میں صوفی مکاتیب کی روایت نے اس بات کو واضح کیا کہ خطوط اس دور کا سب سے مؤثر ابلاغی ذریعہ تھے۔ یہ مکاتیب نہ صرف مریدین کے قلوب کو بدلنے کا ذریعہ بنے بلکہ سماجی و سیاسی دھاروں پر بھی اثر انداز ہوئے۔ یہی روایت بعد میں امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات میں اپنے کمال تک پہنچی، جنہوں نے خطوط نویسی کو ایک منظم تحریک اور اصلاحی منشور بنا دیا۔

#### امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات: تعارف اور اہمیت

امام ربانی شیخ احمد سرہندیؒ (971ھ/1564ء-1034ھ/1624ء) برصغیر کے ان عظیم صوفی مجددین میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے دینی، فکری اور روحانی سطح پر عہد اکبری و جہانگیری کے اخراجات کا مقابلہ کیا اور ملت اسلامیہ کو ایک نئی سمت عطا کی۔ آپؒ کا سلسلہ نسب حضرت عمر فاروقؓ تک پہنچتا ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد شیخ عبدالاحدؒ سے حاصل کی اور بعد ازاں سیالکوٹ میں علامہ کمال کشمیری اور دیگر علماء سے فیض پایا۔ آپؒ نے قرآن، حدیث، فقہ اور کلام میں مہارت حاصل کی اور تصوف کے میدان میں سلسلہ نقشبندیہ سے وابستہ ہو کر اپنے دور کی سب سے بڑی اصلاحی تحریک کی قیادت کی۔ اسی بنا پر آپؒ کو ”مجدد الف ثانی“ کا لقب ملا۔<sup>7</sup>

حضرت مجدد الف ثانیؒ کی سب سے عظیم علمی و فکری یادگار آپؒ کے خطوط کا مجموعہ ہے جو مکتوباتِ امام ربانی کے نام سے معروف ہے۔ یہ تین مجموعوں پر مشتمل ہے: جلد اول: اس میں زیادہ تر سلاسل کے مشائخ اور علماء کو لکھے گئے خطوط ہیں۔

جلد دوم: زیادہ تر خلفاء اور صاحب کمال افراد کے نام خطوط پر مشتمل ہے۔

جلد سوم: عام مسلمانوں اور بعض اوقات امراء و سلاطین کو لکھے گئے خطوط اس میں شامل ہیں۔<sup>8</sup>

ان خطوط میں عقائد، شریعت، تصوف، سیاست، اخلاق، معیشت اور معاشرتی معاملات پر گفتگو کی گئی ہے۔ یہ خطوط صرف شخصی خط و کتابت نہیں بلکہ ایک مستقل فکری نصاب اور صوفیانہ تربیت کا عملی ذریعہ ہیں۔

#### مکتوبات کی دینی و روحانی اہمیت

امام ربانیؒ نے مکتوبات کے ذریعے تصوف کو خالص اسلامی روح کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کی۔ آپؒ نے فرمایا:

« اصل تصوف شریعت کی پابندی اور اتباع سنت میں ہے، ورنہ ہر راہ بے راہ روی کی طرف لے جاتی ہے۔ »<sup>9</sup>

اس اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپؒ کے نزدیک شریعت اور سنت کے بغیر روحانیت محض سراب ہے۔ اسی پیغام نے برصغیر کے صوفیانہ ماحول میں ایک نئی روح پھونکی۔

<sup>7</sup> سید عبدالحی حسنی، نزہۃ الخواطر و ہبۃ المسامح والنواظر، ج 7، لکھنؤ: مطبع ندوۃ العلماء، 1913ء، ص 142۔

<sup>8</sup> امام ربانی احمد سرہندی، مکتوبات امام ربانی، مرتب: مولانا غلام علی دہلوی، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ج 1، دیباچہ، ص 5-7۔

<sup>9</sup> ایضاً، ج 1، مکتوب نمبر 193، ص 301۔



ایک اور مکتوب میں آپؐ نے عقیدہ توحید کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا:

«یہ دولت عظمیٰ (یعنی توحید خالص) بغیر متابعتِ نبی ﷺ میسر نہیں ہو سکتی۔»<sup>10</sup>

یہ نظریہ عوام و خواص دونوں کے لیے ایک مضبوط رہنما اصول بنا اور بدعات و الحاد کے مقابلے میں دینی شعور کو زندہ کیا۔ معاشرتی و سیاسی اہمیت

امام ربانیؒ کے خطوط کا دائرہ محض روحانی رہنمائی تک محدود نہیں بلکہ انہوں نے معاشرتی اور سیاسی سطح پر بھی اثر ڈالا۔ اکبر کے دور میں جب ”دین الہی“ اور دیگر باطل نظریات کا زور تھا تو امام ربانیؒ نے اپنے خطوط کے ذریعے اس کا علمی و دینی رد کیا۔ ایک خط میں آپؒ نے واضح کیا:

\* «ہماری اصل دعوت یہ ہے کہ لوگ کلمہ طیبہ کی حقیقت کو سمجھیں اور اسلام کے ظاہر و باطن کو یکجا اختیار کریں۔»<sup>11</sup>

یہی وہ اصولی پیغام تھا جس نے ملتِ اسلامیہ کو فکری انحراف سے بچایا اور اسلامی تشخص کو دوبارہ زندہ کیا۔

اثرات و دوام

امام ربانیؒ کے مکتوبات نے بعد کے صوفیاء، علماء اور مصلحین پر بھی گہرا اثر ڈالا۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنی اصلاحی تحریک کو براہِ راست امام ربانیؒ کی فکر کا تسلسل قرار دیا۔<sup>12</sup> ان مکتوبات کی بدولت برصغیر میں نہ صرف علمی و روحانی بیداری پیدا ہوئی بلکہ اجتماعی سطح پر دینی شعور کی تجدید ممکن ہوئی۔

یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ مکتوبات امام ربانیؒ برصغیر میں ایک ”ابلاغی انقلاب“ کی حیثیت رکھتے ہیں، جو آج بھی جدید ذرائع ابلاغ (ای میلز، سوشل میڈیا، واٹس ایپ) کے تناظر میں تقابلی مطالعہ کے لیے ایک بہترین ماخذ ہیں۔

امام ربانیؒ مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات محض شخصی خطوط نہیں تھے بلکہ وہ اپنے دور کے سب سے مؤثر ابلاغی دستاویزات سمجھے جاتے ہیں۔ ان میں نہ صرف دینی و روحانی مضامین تھے بلکہ سماجی، سیاسی اور فکری رہنمائی بھی موجود تھی۔ یہ خطوط اپنے مخاطبین تک محدود نہ رہتے بلکہ وسیع پیمانے پر نقل و اشاعت کے ذریعے ایک بڑے عوامی دائرے میں پھیل جاتے تھے۔ اسی پہلو سے ان مکاتیب کو اُس دور کا ایک جامع communication model قرار دیا جاسکتا ہے۔

امام ربانیؒ کے مکتوبات کی سب سے پہلی خصوصیت ان کا سادہ مگر پر اثر اسلوب ہے۔ زبان فارسی تھی مگر عبارت میں پیچیدگی نہیں، بلکہ سلاست اور روانی ہے۔ الفاظ دل کو چھو لینے والے اور قاری کے جذبات کو متاثر کرنے والے ہیں۔ یہ خطوط اکثر ایک نصیحت یا دعا سے شروع ہوتے اور آخر میں دعائیہ کلمات پر ختم ہوتے۔ اس انداز نے مکاتیب کو محض علمی تحریر نہیں رہنے دیا بلکہ ایک interactive discourse کی شکل دی۔

ایک مکتوب میں آپؒ اپنے ایک مرید کو نصیحت کرتے ہیں:

”برادر عزیز! دنیا کے دھوکے میں نہ رہنا، اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے۔ دین پر قائم رہو اور سنت کو مضبوطی سے پکڑو۔“<sup>13</sup>

ایسی نصیحت آمیز تحریریں عام قارئین کے دل پر فوری اثر ڈالتی تھیں۔

امام ربانیؒ نے مکاتیب میں مختلف طبقات سے خطاب کیا:

- تزکیہ، ذکر و فکر، اور روحانی منازل کی رہنمائی کے لیے۔
- فکری و نظریاتی مباحث کے لیے، بالخصوص وحدت الوجود اور وحدت الشہود جیسے مسائل۔<sup>14</sup>

<sup>10</sup> - ایضاً، ج 2، مکتوب نمبر 23، ص 78۔

<sup>11</sup> - ایضاً، ج 2، مکتوب نمبر 67، ص 142۔

<sup>12</sup> - شاہ ولی اللہ دہلوی، القول الجلیل فی بیان سبیل السلوک الی اللہ، دہلی: مطبع احمدیہ، 1882ء، ص 12۔

<sup>13</sup> - مجدد الف ثانیؒ، مکتوبات امام ربانیؒ، ج 1، مکتوب 45، ص 112۔

<sup>14</sup> - بدایونی، عبد القادر، منتخب التواریخ، دہلی: مطبع ندیری، 1865ء، ج 2، ص 343۔



- سیاسی و سماجی اصلاح کے لیے۔ آپ نے بار بار باری الہکاروں کو اسلام کی طرف متوجہ کیا اور شریعت پر عمل کی تلقین کی۔
- یوں مکاتیب ایک **multi-audience communication** کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔
- مکتوبات صرف ایک فرد تک محدود نہ رہتے۔ مریدین اور خلفاء انہیں نقل کر کے اپنے اپنے حلقوں میں تقسیم کرتے۔ بعض اوقات ایک ہی خط کئی شہروں میں پڑھا جاتا اور آگے لکھ کر بھیج دیا جاتا۔<sup>15</sup> اس طرح یہ خطوط ایک زنجیر کی مانند پھیلتے رہے، جو اُس وقت کے لیے جدید ترین ابلاغی طریقہ تھا۔
- یہی خصوصیت آج کے "forwarded messages" یا "viral content" سے مماثلت رکھتی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اُس وقت یہ سلسلہ ہاتھ سے لکھ کر ہوتا تھا، جب کہ آج ڈیجیٹل ذرائع نے اسے لمحوں کا کام بنادیا ہے۔
- مکاتیب کا سب سے اہم پہلو ان کا **intellectual depth** ہے۔
- آپ نے تصوف کو شریعت کے تابع کرنے پر زور دیا۔ فرمایا:
- "طریقت کی حقیقت شریعت کے بغیر کچھ بھی نہیں۔ جو شریعت کا پابند نہیں وہ طریقت کا بھی اہل نہیں۔"<sup>15</sup>
- عقائد میں بدعات اور الحاد کی تردید کی۔
- مسلمانوں کو اپنے دینی تشخص کو قائم رکھنے کی تاکید کی۔
- حکمرانوں کو عدل و انصاف اور اسلامی اصولوں پر عمل کی تلقین کی۔
- یہ مکتوبات صرف علمی و فکری نہیں بلکہ عملی نتائج کے حامل بھی تھے۔ ان خطوط کے ذریعے:
- عوام میں سنت کی پابندی اور بدعات سے اجتناب کا رجحان بڑھا۔
- اہل دربار اور سلاطین میں مذہبی بیداری پیدا ہوئی۔
- ایک اصلاحی تحریک وجود میں آئی جس نے برصغیر کی دینی تاریخ کا رخ بدل دیا۔<sup>16</sup>
- ابلاغی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو مجدد الف ثانی کے مکاتیب ایک کامیاب **communication strategy** تھے۔ ان میں پیغام کی وضاحت، سادگی، مخاطبین کی سطح کے مطابق زبان، اور chain communication جیسے عناصر شامل تھے۔ فکری اعتبار سے یہ خطوط ایک ایسی روحانی و اصلاحی تحریک کا ذریعہ بنے جس نے برصغیر میں دین کی بقا اور احیاء کو یقینی بنایا۔
- مزید غور کرنے پر یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امام ربانی کے مکتوبات صرف خطوط یا خط و کتابت کی حد تک محدود نہیں تھے، بلکہ ایک جامع اصلاحی نظام کا حصہ تھے۔ یہ مکتوبات نہ صرف فرد کی روحانی تربیت بلکہ ایک وسیع سماجی و فکری ڈھانچے کی تشکیل کا ذریعہ تھے۔ ہر خط میں ایک مخصوص مسئلہ یا اصلاحی پیغام چھپا ہوتا، جو ایک طرف مرید کی ذاتی زندگی میں اصلاح پیدا کرتا اور دوسری طرف وسیع حلقے میں مثبت اثر ڈالنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔
- امام ربانی نے اپنے خطوط میں اخلاقیات، شریعت کی پابندی، تصوف کی سچائی اور اجتماعی ذمہ داریوں پر زور دیا۔ یہ خطوط ایک طرح کی رہنمائی کا دستور تھے جو وقت اور مقام کی قید سے آزاد تھے۔ اسی وجہ سے ان کی تعلیمات آج بھی دینی و روحانی تعلیم کے لیے قابل عمل ہیں۔
- یہ بھی قابل ذکر ہے کہ مکتوبات نے علمی، سماجی اور سیاسی حلقوں میں ایک مشترکہ فکری زبان قائم کی۔ ان خطوط کی بدولت علماء، صوفیاء اور عام عوام ایک ہی نقطہ نظر اور اصول کی بنیاد پر تبادلہ خیال کرتے تھے۔ اس سے نہ صرف غلط فہمیوں کا سدباب ہوا بلکہ برصغیر میں اسلامی تشخص مضبوط ہوا۔
- مزید یہ کہ امام ربانی کے مکتوبات نے بعد کے صوفیائے کرام اور مصلحین کے لیے بھی ایک ماہرانہ نصاب قائم کیا۔ شاہ ولی اللہ دہلوی اور دیگر علمائے ان خطوط کو بطور رہنمائی اور تحریری نصاب استعمال کیا، جس سے برصغیر میں اسلامی تجدید کی لڑی برقرار رہی۔

<sup>15</sup> - شریف الحسن، برصغیر میں صوفیانہ فکر و سیاست، کراچی: یونیورسٹی پبلی کیشنز، 2002ء، ص 97۔

<sup>16</sup> - مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، ج 2، مکتوب 101، ص 88۔



آخر کار کہا جاسکتا ہے کہ امام ربانیؒ کے مکتوبات ایک زمان و مکان سے ماورایہ پیام رکھتے ہیں۔ یہ خطوط نہ صرف اُس زمانے کے مسلمانوں کے لیے رہنمائی کا ذریعہ تھے بلکہ آج بھی جدید ابلاغی ذرائع کے ساتھ موازنہ کرنے پر ہمیں سکھاتے ہیں کہ پیغام رسانی میں صداقت، اخلاقیات اور روحانیت کی بنیاد ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ خطوط آج کے دور میں بھی علمی، اخلاقی اور روحانی تحقیق کے لیے ایک بے مثال ماخذ ہیں۔

### جدید ذرائع ابلاغ اور صوفی مکتوبات کا تقابلی جائزہ

ابلاغی علوم کے تناظر میں دیکھا جائے تو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات اور آج کے جدید ذرائع ابلاغ (سوشل میڈیا، واٹس ایپ، ای میلز وغیرہ) میں بظاہر بہت بڑا زمانی اور فنی فرق ہے، لیکن ابلاغ کے بنیادی اصولوں اور پیغام کی ترسیل کے طریقوں میں کئی پہلو ایسے ہیں جو دونوں کو ایک دوسرے کے قریب لے آتے ہیں۔

• صوفی مکتوبات: ایک خط کئی دن یا ہفتوں کے بعد مخاطب تک پہنچتا، پھر اس کی نقول بنا کر دوسرے حلقوں میں پھیلائی جاتیں۔<sup>17</sup>

• جدید ابلاغ: سوشل میڈیا یا واٹس ایپ پر ایک پیغام لمحوں میں ہزاروں افراد تک پہنچ جاتا ہے۔

اس فرق کے باوجود دونوں ذرائع میں "chain communication" کی مماثلت موجود ہے۔ جس طرح مجددؒ کا ایک خط کئی شہروں میں ہاتھ سے لکھ کر بھیجا جاتا تھا، آج ایک پیغام forward ہو کر درجنوں گروپس میں پہنچ جاتا ہے۔

• مکتوبات کی ترسیل محدود تھی، زیادہ تر حلقہ مریدین، علماء اور صوفیات تک۔

• جدید ذرائع ابلاغ عالمگیر ہیں، پیغام نہ صرف برصغیر بلکہ دنیا بھر کے لاکھوں افراد تک فوراً پہنچتا ہے۔<sup>18</sup>

• مکتوبات میں دینی، فکری اور اصلاحی مواد تھا۔ ان میں قرآن و سنت کی تعلیمات کی وضاحت اور صوفیانہ تزکیہ شامل تھا۔<sup>19</sup>

• جدید ابلاغ میں پیغام کی نوعیت متنوع ہے: مذہبی، تعلیمی، سیاسی، تفریحی اور ذاتی۔ اس میں مثبت کے ساتھ منفی مواد بھی آسانی سے پھیل سکتا ہے۔

یہاں فرق یہ ہے کہ مجددؒ کے مکتوبات **curated content** تھے، جو صوفیانہ صداقت اور شریعت کی بنیاد پر لکھے گئے، جب کہ جدید ابلاغ میں مواد کی جانچ اور تصدیق مشکل ہو گئی ہے۔

• مکتوبات میں خطاب کی تین بنیادی سطحیں تھیں: مریدین، علماء اور اہل سیاست۔

• جدید ذرائع میں مخاطب کا کوئی تعین نہیں، پیغام عام عوام، خاص علماء، یا عالمی سطح کے ناظرین سب کو پہنچتا ہے۔

اس فرق نے ابلاغ کو جمہوری (democratized) بنا دیا ہے، مگر ساتھ ہی **miscommunication** اور **over-information** کے مسائل بھی پیدا کیے ہیں۔

• مکتوبات میں زبان فارسی تھی، مگر سادہ، نصیحت آموز اور روحانی رنگ لیے ہوئے۔

• جدید ذرائع میں زبان مقامی بھی ہو سکتی ہے اور عالمی بھی (انگریزی وغیرہ)، مگر اکثر اوقات اختصار (short forms)، emojis، memes کی وجہ سے گہرائی متاثر ہوتی ہے۔

یہاں ایک موازنہ کیا جاسکتا ہے:

مجددؒ کا مکتوب ایک جامع اصلاحی treatise ہوتا تھا، جب کہ آج کا واٹس ایپ میج عموماً چند سطروں یا ایک تصویر پر مشتمل ہوتا ہے۔

• مکتوبات نے صدیوں تک برصغیر کے دینی، فکری اور سیاسی حالات پر اثر ڈالا۔<sup>20</sup>

• جدید ابلاغ فوری تاثر پیدا کرتا ہے، لیکن اس کا اثر زیادہ تر وقتی (short-lived) ہوتا ہے۔

یہ فرق اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ پائیدار اثر کے لیے پیغام میں علمی اور روحانی گہرائی ضروری ہے، محض رفتار یا وسعت کافی نہیں۔

<sup>17</sup> - مجدد الف ثانیؒ، مکتوبات امام ربانی، ج 1، ص 210۔

<sup>18</sup> - عبدالرؤف، میڈیا اور ابلاغی نظریات، لاہور: سنگ میل، 2018ء، ص 77۔

<sup>19</sup> - مجدد الف ثانیؒ، مکتوبات امام ربانی، ج 2، مکتوب 101، ص 88۔

<sup>20</sup> - محمد اکرام، رود کوثر، لاہور: سنگ میل، 2005ء، ص 189۔



- مجدد کے مکاتیب میں ہمیشہ صداقت، خیر خواہی اور روحانی تطہیر کا عنصر غالب تھا۔
- جدید ذرائع میں جھوٹ، فیک نیوز اور غیر اخلاقی مواد بھی عام ہے۔

یہاں صوفی مکتوبات جدید ابلاغ کے لیے ایک **ethical model** فراہم کرتے ہیں: کہ ابلاغ ہمیشہ خیر اور اصلاح پر مبنی ہونا چاہیے۔ موازنہ سے واضح ہوتا ہے کہ اگرچہ وقت، ذرائع اور رفتار میں فرق ہے، مگر بنیادی ابلاغی اصول دونوں میں مشترک ہیں۔ آج کے دور میں ضرورت ہے کہ جدید ذرائع ابلاغ کو صوفی مکتوبات کی طرز پر روحانی صداقت، علمی گہرائی اور اخلاقی معیار کے ساتھ استعمال کیا جائے۔ یہی طریقہ انہیں وقتی نہیں بلکہ دائمی اثرات کا حامل بنا سکتا ہے۔

جدید ذرائع ابلاغ اور صوفی مکتوبات کے درمیان جو معنوی اور عملی ربط ہے، اسے مزید تفصیل سے سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اثر پذیری، پیغام کی وضاحت اور اخلاقی اصولوں پر غور کریں۔ اگرچہ سوشل میڈیا، واٹس ایپ اور ای میلز نے پیغام رسانی کو تیز اور عام کر دیا ہے، مگر اس کی گہرائی اور اثر کے حوالے سے صوفی مکتوبات ایک مثالی معیار فراہم کرتی ہیں۔

صوفی مکتوبات میں ہر لفظ کا انتخاب بڑی حکمت اور روحانی مقصد کے تحت کیا جاتا تھا۔ خطوط میں مخاطب کی فکری سطح، نفسیاتی کیفیت اور روحانی حالت کو مد نظر رکھا جاتا تھا، تاکہ پیغام زیادہ مؤثر اور تبدیلی کا باعث بن سکے۔ اسی طرح، جدید ابلاغ میں بھی اگر پیغام کو سمجھ بوجھ، نیت خیر اور علمی گہرائی کے ساتھ تیار کیا جائے تو یہ صدیوں پر محیط اثر پیدا کر سکتا ہے۔

ایک اور اہم پہلو یہ ہے کہ مکتوبات میں سلسلہ ابلاغ کی ایک واضح ساخت تھی۔ ہر خط مخصوص مقصد، مخصوص مخاطب اور مخصوص دورانیے کے لیے لکھا جاتا تھا۔ آج کے ڈیجیٹل دور میں اس بات کی کمی ہے کہ پیغام عموماً فوری اور عام نشر کیا جاتا ہے، جس سے اثر وقتی اور محدود رہ جاتا ہے۔ یہاں صوفی مکتوبات سے سبق لیا جاسکتا ہے کہ ہر پیغام میں مقصدیت اور ترتیب لازمی ہے، تاکہ اثر دیر پا اور معنی خیز ہو۔

مزید یہ کہ مکتوبات میں اخلاقیات اور روحانیت کی بنیاد ہمیشہ موجود تھی۔ یہ خطوط صرف معلومات دینے یا نصیحت کرنے تک محدود نہیں تھے، بلکہ یہ ایک شخص کے دل و دماغ میں اصلاح و تزکیہ پیدا کرتے تھے۔ اسی اصول کو جدید ذرائع ابلاغ میں اپنانا ضروری ہے۔ صرف تیز رفتاری یا تعداد پر انحصار کرنے سے پیغام کی گہرائی اور اثر کمزور ہو جاتا ہے۔

اس تقابلی جائزے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جدید ابلاغی ذرائع صوفی مکتوبات کے اخلاقی، فکری اور روحانی ماڈل کو اپنا کر زیادہ مؤثر اور مثبت کردار ادا کر سکتے ہیں۔ یہی طریقہ انہیں عارضی اور وقتی اثرات کے بجائے پائیدار اصلاح و رہنمائی کا ذریعہ بنا سکتا ہے، جو برصغیر کے صوفیانہ اور دینی ورثے کی روشنی میں آج کے جدید زمانے کے لیے انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔

#### مکتوبات امام ربانی اور سوشل میڈیا: ایک معنوی ربط

اگرچہ مجدد الف ثانی کا دور اور آج کا ڈیجیٹل زمانہ صدیوں کے فاصلے پر ہیں، مگر ابلاغی تناظر میں دونوں کے درمیان کئی معنوی ربط موجود ہیں۔ حضرت مجدد کے خطوط اور آج کے سوشل میڈیا پیغامات میں بعض ایسے پہلو ہیں جو فکری، روحانی اور سماجی اعتبار سے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

- دین کی حفاظت، شریعت کی ترویج، اور روحانی اصلاح۔
- خبر رسانی، رائے سازی، تعلیم، تبلیغ، اور ذاتی اظہار۔

اگرچہ مقاصد میں وسعت ہے، لیکن اصل مشترک عنصر ابلاغ برائے اثر (communication for influence) ہے۔ دونوں ہی اپنے سامعین یا قارئین پر اثر ڈالنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

امام ربانی کے مکاتیب ایک جگہ لکھے جاتے اور پھر مریدین انہیں کاپی کر کے مختلف شہروں تک پہنچاتے۔<sup>21</sup> یہی عمل آج کے سوشل میڈیا میں forward کے ذریعے ہوتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اُس وقت دنوں اور مہینوں میں پیغام پھیلتا تھا، آج لمحوں میں۔

- مجدد کے خطوط کے مخاطب خاص تھے: مریدین، علماء، امراء۔

<sup>21</sup> - شریف الحسن، برصغیر میں صوفیانہ فکر و سیاست، کراچی: یونیورسٹی پبلی کیشنز، 2002ء، ص 97۔



- سوشل میڈیا کے مخاطب عام ہیں، کوئی بھی فرد پیغام وصول کر سکتا ہے۔
- تاہم دونوں میں ایک مشترک پہلو ہے: پیغام کا اصل اثر اُس وقت ہوتا ہے جب وہ relevant audience تک پہنچے۔ جس طرح ایک مکتوب صوفی مرید کے لیے زیادہ معنویت رکھتا تھا، ویسے ہی آج ایک مخصوص گروپ کے لیے forward کیا گیا پیغام زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔
- مجدد کے مکاتیب صداقت، خیر خواہی اور شریعت پر مبنی تھے۔ انہوں نے خود فرمایا:
- "جو کچھ لکھتا ہوں، دین و شریعت کی بنیاد پر لکھتا ہوں، نفس یا خواہش کا اس میں دخل نہیں۔"<sup>22</sup>
- اس کے مقابلے میں سوشل میڈیا میں جعلی خبریں (fake news)، غلط فہمیاں اور غیر اخلاقی مواد عام ہے۔ یہی بنیادی فرق ہے، اور یہ فرق ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ سوشل میڈیا کو بھی صوفیانہ صداقت کے معیار پر پرکھنا چاہیے۔
- مجدد کے خطوط نے برصغیر کی تاریخ کا دھارا موڑ دیا۔ ان کے مکاتیب نے صوفی تحریک کو علمی و فکری بنیاد فراہم کی۔<sup>23</sup>
- سوشل میڈیا عوامی رائے پر فوری اثر ڈالتا ہے، مگر اس کا اثر اکثر وقتی ہوتا ہے۔
- یہ فرق بتاتا ہے کہ دیرپا اثر کے لیے پیغام میں روحانی گہرائی اور علمی مضبوطی لازمی ہے، جو مکتوبات میں موجود تھی۔
- مکتوبات کا بنیادی مقصد اصلاح معاشرہ تھا۔ امام ربانیؒ نے فرمایا:
- "مقصود یہ ہے کہ لوگ شریعت کی طرف لوٹ آئیں اور بدعات سے بچیں۔"<sup>24</sup>
- آج سوشل میڈیا بھی اصلاح معاشرہ کا ذریعہ بن سکتا ہے، اگر اسے مثبت مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے۔ مگر موجودہ صورت میں یہ زیادہ تر انتشار، نفرت یا وقتی تفریح کا ذریعہ بن گیا ہے۔
- مکتوبات میں ہر جگہ اللہ تعالیٰ کی یاد، آخرت کا تصور اور تزکیہ نفس کا پیغام ملتا ہے۔ یہی چیز آج سوشل میڈیا پر بھی منتقل ہو سکتی ہے، اگر دینی اور روحانی مواد صحیح نیت اور حکمت کے ساتھ شیئر کیا جائے۔
- مکتوبات امام ربانیؒ اور سوشل میڈیا میں ظاہری فرق ضرور ہے، مگر معنوی سطح پر کئی پہلو مشترک ہیں۔ دونوں ہی پیغام رسانی، اثر اندازی اور رائے سازی کے طاقتور ذرائع ہیں۔ فرق یہ ہے کہ مکتوبات صداقت، شریعت اور روحانیت کے اصولوں پر قائم تھے، جبکہ سوشل میڈیا آج زیادہ تر بے سمتی اور غیر اخلاقی رویوں کا شکار ہے۔ لہذا موجودہ دور میں ضرورت اس بات کی ہے کہ سوشل میڈیا کو مکتوبات کی اخلاقی روشنی میں استعمال کیا جائے تاکہ یہ ذریعہ بھی خیر و اصلاح کا آلہ بن سکے۔
- مزید غور کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ امام ربانیؒ کے مکتوبات اور آج کے سوشل میڈیا کے درمیان صرف ظاہری یا تکنیکی مماثلت نہیں، بلکہ ایک معنوی اور فلسفیانہ ربط بھی موجود ہے۔ مکتوبات میں ہر پیغام کے اندر مقصد، حکمت اور نیت خیر چھپی ہوئی تھی۔ خطوط میں مخاطب کی فکری، اخلاقی اور روحانی حالت کو مد نظر رکھ کر الفاظ کا چناؤ کیا جاتا، تاکہ اثر صرف وقتی نہ رہے بلکہ دل و دماغ میں دیرپا تبدیلی پیدا کرے۔
- آج سوشل میڈیا کے ذریعے پیغامات کی ترسیل تو بہت تیز اور وسیع ہو گئی ہے، مگر اکثر یہ سطحی اثرات پیدا کرتے ہیں۔ اگر ہم امام ربانیؒ کے خطوط سے سبق لیں تو یہ واضح ہوتا ہے کہ پیغام رسانی کی کامیابی کا راز صرف تعداد یا رفتار میں نہیں بلکہ پیغام کی گہرائی، مقصدیت اور اخلاقی معیار میں ہے۔ ہر پیغام کو مخاطب کی سمجھ، دلچسپی اور ضرورت کے مطابق ڈھالنا ضروری ہے، بالکل جیسے مکتوبات میں ہوتا تھا۔
- ایک اور اہم پہلو یہ ہے کہ مکتوبات نے نہ صرف فرد کو بلکہ معاشرتی حلقوں کو بھی متاثر کیا۔ خطوط کے ذریعے علمی اور روحانی مباحثے جنم لیتے، اور اصلاح و تزکیہ کا عمل ایک وسیع نیٹ ورک میں پھیلتا۔ اس کے برعکس آج کے سوشل میڈیا پر زیادہ تر پیغامات وقتی تفریح، خبریں یا جذباتی رد عمل کے لیے ہوتے ہیں۔ یہاں سے سبق یہ ملتا ہے کہ جدید ذرائع ابلاغ بھی اگر منطقی، اخلاقی اور فکری بنیاد کے ساتھ استعمال کیے جائیں تو وہ مکتوبات کی طرح معاشرتی اور روحانی اصلاح کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔

<sup>22</sup> - مجدد الف ثانیؒ، مکتوبات امام ربانیؒ، ج 2، مکتوب 101، ص 88۔

<sup>23</sup> - محمد اکرام، رود کوثر، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2005ء، ص 190۔

<sup>24</sup> - مجدد الف ثانیؒ، مکتوبات امام ربانیؒ، ج 1، مکتوب 45، ص 112۔



مزید یہ کہ مکتوبات میں ہر لفظ اور جملہ ایک خاص مقصد کی تکمیل کے لیے ہوتا تھا، جب کہ ڈیجیٹل پیغامات اکثر بے ترتیب اور سطحی ہوتے ہیں۔ اس تقابلی مطالعے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مکتوبات کی حکمت عملی، اخلاقیات اور مقصدیت کو اپنانے سے سوشل میڈیا کے ذریعے پیغام رسانی زیادہ اثر انگیز، مثبت اور دیرپا بن سکتی ہے۔ یوں کہا جاسکتا ہے کہ صوفیانہ روش اور جدید ابلاغ کے درمیان ربط موجود ہے، اور اس ربط کو سمجھ کر آج کے پیغام رسانی کے نظام میں بہتری لائی جاسکتی ہے۔

### نتائج و تجزیہ

برصغیر کے صوفی مکتوبات، بالخصوص امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے خطوط، اپنی نوعیت اور اثرات کے اعتبار سے اسلامی تاریخ میں ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ یہ صرف خطوط نہیں بلکہ ایسے ابلاغی و فکری منشور ہیں جنہوں نے برصغیر کے مذہبی، سماجی اور سیاسی ماحول پر گہرا اثر ڈالا۔ دوسری طرف، آج کے دور میں جدید ذرائع ابلاغ جیسے سوشل میڈیا، واٹس ایپ اور ای میلز نے انسانی معاشرت کو نئے انداز سے بدل دیا ہے۔ تقابلی مطالعے کے بعد چند اہم نتائج سامنے آتے ہیں:

مجدد الف ثانیؒ کے مکاتیب اور جدید ابلاغی ذرائع میں ایک بنیادی مماثلت یہ ہے کہ دونوں نے معاشرے میں پیغام رسانی اور رائے سازی کا کردار ادا کیا۔ اُس وقت مکاتیب ہاتھ سے لکھ کر مریدین اور علما تک پہنچتے تھے، آج وہی عمل ڈیجیٹل شکل میں سینڈوں میں ہو رہا ہے۔ یہ تسلسل اس بات کا ثبوت ہے کہ انسان ہمیشہ تیز اور مؤثر ابلاغ کا خواہاں رہا ہے۔

مکاتیب میں صداقت، شریعت کی پاسداری اور خیر خواہی بنیادی اصول تھے۔ امام ربانیؒ نے لکھا:

"ہر وہ بات جو شریعت کے خلاف ہو، خواہ کتنی ہی مشہور کیوں نہ ہو، باطل ہے اور اسے ترک کرنا واجب ہے۔"<sup>25</sup>

اس کے برعکس سوشل میڈیا پر صداقت کمزور اور معیار متزلزل ہو گیا ہے۔ جھوٹی خبریں، افواہیں اور غیر اخلاقی مواد عام ہے۔ یہ فرق ہمیں اس نتیجے تک پہنچاتا ہے کہ جدید ذرائع کو بھی مکاتیب کے اخلاقی معیار پر پرکھنے کی ضرورت ہے۔

• مکتوبات کا اثر دیرپا اور گہرا تھا، انہوں نے برصغیر میں ایک اصلاحی تحریک کو جنم دیا۔<sup>26</sup>

• سوشل میڈیا کا اثر تیز مگر عارضی ہے، اکثر پیغامات چند دن یا ہفتے بعد غیر متعلق ہو جاتے ہیں۔

یہ فرق اس بات کو واضح کرتا ہے کہ اثر کی پائیداری مواد کی گہرائی اور روحانیت پر منحصر ہے، نہ کہ صرف ترسیل کی رفتار پر۔

مکاتیب نے ایک مثبت ابلاغی روایت قائم کی: مخاطب کی عزت، نرم اسلوب، خیر خواہی، اور نصیحت۔ جدید ذرائع میں اکثر سخت کلامی، نفرت انگیزی، اور بے احتیاطی دیکھنے کو ملتی ہے۔ یہ تجزیہ بتاتا ہے کہ ہمیں جدید ابلاغ میں صوفی مکاتیب کے اخلاقی اصول اپنانے ہوں گے تاکہ معاشرتی انتشار کم کیا جاسکے۔

مکاتیب میں دین، شریعت، اور تزکیہ نفس کو بنیادی حیثیت حاصل تھی۔ آج بھی یہ ممکن ہے کہ سوشل میڈیا دینی تعلیمات کے فروغ کا ذریعہ بنے۔ کئی مثبت مثالیں موجود ہیں جہاں قرآن و سنت کی تعلیم، تصوف کی روایات، اور دینی اصلاح کے پیغامات سوشل میڈیا کے ذریعے لاکھوں لوگوں تک پہنچ رہے ہیں۔ فرق صرف نیت اور طریقہ کار کا ہے۔

اس مطالعے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ:

• مکتوبات اور جدید ذرائع دونوں ہی ابلاغ کے طاقتور ذرائع ہیں۔

• فرق بنیادی طور پر روحانیت، صداقت اور معیار مواد کا ہے۔

• اگر سوشل میڈیا کو بھی انہی اصولوں پر استوار کیا جائے جو امام ربانیؒ نے مکاتیب میں اپنائے، تو یہ ذریعہ اصلاح معاشرہ اور دین کی ترویج کا مؤثر آلہ بن سکتا ہے۔

نتیجہ سے یہ واضح ہوا کہ صوفی مکتوبات اور جدید ذرائع ابلاغ کے درمیان کئی مشترکہ پہلو ہیں: پیغام رسانی، chain communication، اور رائے سازی۔ تاہم دونوں کے اثرات میں فرق ہے: مکاتیب نے صدیوں پر محیط اثرات مرتب کیے، جب کہ جدید ذرائع زیادہ ترقی اور سطحی اثر رکھتے ہیں۔

لہذا آج کے دور کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ جدید ابلاغی ذرائع کو صوفی مکاتیب کے اخلاقی و روحانی ماڈل کے مطابق استعمال کیا جائے، تاکہ یہ ذرائع صرف معلومات کا جھوم نہ رہیں بلکہ معاشرتی اصلاح اور دینی بیداری کا ذریعہ بن سکیں۔

<sup>25</sup> - مجدد الف ثانیؒ، مکتوبات امام ربانی، ج 2، مکتوب 101، ص 88۔

<sup>26</sup> - محمد اکرام، رود کوثر، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2005ء، ص 189۔



مزید غور کرنے پر یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ مکتوبات امام ربانیؒ اور جدید ذرائع ابلاغ کے درمیان تقابلی مطالعہ صرف نظریاتی یا تکنیکی سطح تک محدود نہیں رہتا، بلکہ یہ معاشرتی اور روحانی اصلاح کے اصولوں کو بھی سمجھنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ اگرچہ آج کے ڈیجیٹل پیغامات کی ترسیل تیز اور عالمی سطح پر وسیع ہے، مگر مکتوبات کی طرح ان میں مقصدیت، اخلاقی معیار اور گہرائی کی کمی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اثروقتی اور عارضی رہتا ہے، جبکہ مکتوبات نے قرون پر محیط اثر پیدا کیا۔

نتائج سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ پیغام رسانی کا اصل معیار نیت خیر، صداقت اور حکمت ہے۔ امام ربانیؒ کے خطوط میں یہ اصول واضح ہیں: ہر جملہ اور ہر لفظ ایک خاص مقصد کے لیے لکھا گیا، مخاطب کی فکری اور روحانی حالت کے مطابق۔ جدید ابلاغ میں یہ اصول اکثر نظر انداز ہو جاتے ہیں، جس سے سوشل میڈیا اور دیگر ذرائع کا اثروقتی اور سطحی رہ جاتا ہے۔ مزید یہ کہ مکتوبات نے ایک اجتماعی اور سماجی نیٹ ورک قائم کیا، جس میں افراد، علماء، صوفیا اور معاشرتی حلقے آپس میں جڑتے اور تبادلہ خیال کرتے۔ یہ اجتماعی اثر آج کے سوشل میڈیا کے لیے سبق آموز ہے: اگر پیغام رسانی اخلاق، مقصدیت اور فکری ترتیب کے ساتھ ہو تو یہ صرف فرد پر نہیں بلکہ پورے معاشرتی حلقے پر اثر ڈال سکتی ہے۔

آخر کار، یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ مکتوبات اور جدید ذرائع دونوں میں اثر پذیریری کے اصول مشترک ہیں، مگر مکتوبات نے انہیں روحانیت، اخلاق اور علم کی بنیاد پر استوار کیا۔ اگر ہم آج سوشل میڈیا کو بھی انہی اصولوں کے مطابق استعمال کریں تو یہ ذریعہ اصلاح معاشرہ، علمی بیداری اور اخلاقی تربیت کا طاقتور آلہ بن سکتا ہے، جو امام ربانیؒ کی روشنی میں عصر حاضر کے لیے نہایت مفید اور رہنمائی کا ذریعہ ثابت ہو گا۔

اس مطالعے کے نتائج سے واضح ہوا کہ امام ربانیؒ مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات اور جدید ذرائع ابلاغ کے درمیان ایک معنوی اور فکری ربط موجود ہے۔ تاہم دونوں میں فرق بھی واضح ہے: مکتوبات میں صداقت، اخلاقیات، روحانیت اور مقصدیت کی بنیاد مضبوط تھی، جبکہ جدید ذرائع ابلاغ تیز اور وسیع تر ہیں مگر اکثر سطحی اور وقتی اثرات پیدا کرتے ہیں۔ اس پس منظر میں چند اہم سفارشات پیش کی جاسکتی ہیں جو نہ صرف تحقیق کے نتائج کی روشنی میں ہیں بلکہ عملی اطلاق کے لیے بھی مفید ہیں۔

1- سوشل میڈیا، واٹس ایپ، اور ای میلز کے ذریعے پیغام رسانی میں اخلاقیات اور روحانیت کے اصول اپنانے کی ضرورت ہے۔ ہر پیغام کو مخاطب کی فکری اور نفسیاتی سطح کے مطابق ڈھالنا چاہیے، اور غیر اخلاقی، جذباتی یا متعصبانہ مواد سے پرہیز کرنا لازمی ہے۔ اسی طرح امام ربانیؒ کے خطوط میں ہر لفظ اور جملہ مقصدیت، صداقت اور خیر خواہی پر مبنی ہوتا تھا۔ اگر جدید ذرائع میں بھی یہی اصول اپنائے جائیں تو پیغام رسانی کا اثر دیر پا اور مثبت ہو گا۔

2- مکتوبات میں ہر خط ایک مخصوص مقصد کے تحت لکھا جاتا تھا اور اس کی ترتیب و ساخت واضح ہوتی تھی۔ یہی اصول جدید ابلاغ میں اپنانا چاہیے۔ پیغامات کی بلاوجہ یا بے ترتیب ترسیل عموماً وقتی اثر پیدا کرتی ہے، لیکن اگر مواد واضح، ترتیب وار اور مقصد کے مطابق ہو تو یہ فرد اور معاشرت دونوں پر مثبت اثر ڈال سکتا ہے۔

3- مکتوبات میں دین، شریعت، اور تصوف کی سچائی پر زور دیا گیا۔ جدید ابلاغ میں بھی دینی اور فکری مواد کی بنیاد مضبوط ہونی چاہیے تاکہ یہ سطحی یا جھوٹی معلومات کے مقابلے میں مستند اور معتبر پیغام فراہم کرے۔ اس کے لیے علماء، محققین اور صوفیانہ حلقوں کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔

4- امام ربانیؒ کے خطوط فرد کو تو اصلاح فراہم کرتے تھے، مگر اجتماعی نیٹ ورک بھی قائم کرتے تھے۔ اسی طرح جدید ابلاغ میں بھی کمیونٹی پر اثر ڈالنے کے مواقع موجود ہیں۔ تعلیمی گروپس، دینی فورمز اور سوشل میڈیا حلقوں کو منظم اور مثبت پیغام رسانی کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے، تاکہ فرد کے ساتھ ساتھ معاشرتی شعور بھی بلند ہو۔

5- جدید ذرائع میں اکثر مواد کی تیز رفتاری اور کثرت کے سبب علمی اور فکری معیار متاثر ہوتا ہے۔ سفارش یہ ہے کہ پیغام کی تیاری میں تحقیق اور مصدقہ مراجع کی بنیاد کو لازمی قرار دیا جائے۔ ایسا کرنے سے یہ مواد صرف وقتی یا جذباتی نہیں بلکہ علم و بصیرت کا حامل ہو گا۔

6- مکتوبات امام ربانیؒ نہ صرف خطوط تھے بلکہ ایک تربیتی نصاب کی حیثیت رکھتے تھے۔ جدید ابلاغ کے نظام میں بھی یہی اصول اپنائے جائیں: پیغام رسانی صرف اطلاع دینے یا خبروں تک محدود نہ ہو، بلکہ تربیتی، اخلاقی اور روحانی پہلوؤں پر مبنی ہو۔

7- اس تقابلی مطالعے سے یہ نتیجہ بھی نکلا کہ جدید ذرائع اور مکتوبات کو تعلیمی و تحقیقی نصاب میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ مدارس، جامعات اور تحقیقی ادارے مکتوبات اور جدید ابلاغ کے اصولوں کی بنیاد پر نصاب تیار کر کے طلبہ کو دینی، اخلاقی اور فکری تربیت فراہم کر سکتے ہیں۔

یہ واضح ہے کہ امام ربانیؒ کے خطوط اور جدید ابلاغی ذرائع کے اصولوں کو یکجا کر کے پیغام رسانی کو مؤثر، مثبت اور دیرپا بنایا جاسکتا ہے۔ صداقت، مقصدیت، اخلاقی بنیاد، فکری معیار اور تربیتی پہلوؤں کو اپنانا وقت کی ضرورت ہے۔ یہی وہ عملی سبق ہے جو تحقیق کے نتائج کی روشنی میں برصغیر کے دینی، روحانی اور فکری منظر نامے کے لیے انتہائی مفید ثابت ہو سکتا ہے۔



## حاصل کلام

یہ تحقیق امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات اور جدید ذرائع ابلاغ (سوشل میڈیا، واٹس ایپ، ای میل) کے درمیان تقابلی مطالعے پر مبنی ہے۔ مطالعے سے واضح ہوا کہ امام ربانیؒ کے خطوط صرف ذاتی مراسلت نہیں بلکہ ایک جامع اصلاحی اور فکری نظام کا حصہ تھے، جو فرد کی روحانی تربیت کے ساتھ ساتھ معاشرتی شعور اور اخلاقی بیداری کے فروغ کے لیے مرتب کیے گئے تھے۔ خطوط میں مخاطب کی فکری، نفسیاتی اور روحانی حالت کو مد نظر رکھتے ہوئے ہر لفظ اور جملے کا انتخاب کیا گیا تھا تاکہ اثر دیرپا اور معنوی ہو۔ یہ خطوط علمی، اخلاقی اور روحانی رہنمائی کا ایسا ذریعہ تھے جس کی بدولت ایک وسیع کمیونٹی میں اصلاح و تزکیہ کا عمل ممکن ہوا۔

جدید ذرائع ابلاغ کی خصوصیات جیسے سرعت، وسعت اور عالمی رسائی نے پیغام رسانی کو زیادہ تیز اور عام کر دیا ہے، مگر اکثر اوقات یہ اثراتی اور وقتی رہتا ہے۔ اس کے مقابلے میں مکتوبات میں صداقت، مقصدیت، اخلاقی اور روحانی معیار کو بنیاد بنایا گیا تھا، جس کی بدولت یہ پیغام نہ صرف فوری بلکہ مستمر اور معنی خیز اثرات پیدا کرتے تھے۔ تحقیق کے نتائج سے یہ بات بھی سامنے آئی کہ آج کے دور میں سوشل میڈیا اور ای میلز کے ذریعے پیغام رسانی کے مؤثر، مثبت اور پائیدار اثر کے لیے امام ربانیؒ کے خطوط کی حکمت، ترتیب اور اخلاقی اصول کو اپنانا ضروری ہے۔

تحقیق کے تقابلی تجزیے سے معلوم ہوا کہ مکتوبات اور جدید ذرائع ابلاغ میں کئی مشترکہ اصول موجود ہیں۔ مثلاً:

- مخاطب کی فکری اور نفسیاتی سطح کو مد نظر رکھنا
- پیغام میں مقصدیت اور ترتیب قائم رکھنا
- اخلاقیات اور روحانیت کی بنیاد پر مواد تیار کرنا
- معاشرتی اور کمیونٹی اثر کو مد نظر رکھنا

یہ اصول آج کے دور میں بھی قابل اطلاق ہیں۔ اگر جدید ذرائع میں یہ اصول اپنائے جائیں تو پیغامات صرف وقتی اور سطحی اثرات پیدا کرنے کے بجائے فرد، معاشرت اور دینی و اخلاقی شعور پر مثبت اور دیرپا اثر ڈال سکتے ہیں۔

مزید یہ کہ امام ربانیؒ کے خطوط نے ایک تربیتی اور تعلیمی ماڈل فراہم کیا جو جدید ابلاغ کے تناظر میں بھی قابل عمل ہے۔ ہر پیغام میں مقصدیت، اخلاقی بصیرت اور فکری گہرائی موجود تھی، جو آج کے ڈیجیٹل پلیٹ فارمز کے لیے رہنمائی فراہم کر سکتی ہے۔ اس ماڈل کو اپنانے سے نہ صرف علمی اور دینی مواد کی ساکھ بڑھتی ہے بلکہ معاشرت میں مثبت ثقافت، اخلاقی رویے اور روحانی بیداری بھی فروغ پاتی ہے۔

نتائج سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ امام ربانیؒ کے خطوط اور جدید ذرائع ابلاغ دونوں میں اثر کی بنیاد صداقت، حکمت، اخلاقیات اور مقصدیت پر ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ مکتوبات میں یہ اصول قدرتی اور فطری طور پر موجود تھے، جبکہ جدید ذرائع میں انہیں شعوری اور محتاط انداز میں اپنانے کی ضرورت ہے۔ اسی اصول کی روشنی میں جدید ابلاغی مواد کو نہ صرف معلومات تک محدود نہیں بلکہ تربیتی، اخلاقی اور روحانی اثرات کے لیے ڈیزائن کرنا چاہیے۔

آخر کار، یہ تحقیق یہ ثابت کرتی ہے کہ امام ربانیؒ کے مکتوبات ایک زمان و مکان سے ماوراء اصولی ماڈل ہیں، جس سے موجودہ دور میں پیغام رسانی کے معیار کو بہتر بنایا جاسکتا ہے۔ سوشل میڈیا، واٹس ایپ، اور ای میلز کے ذریعے اثر انگیز اور مثبت رابطہ قائم کرنے کے لیے مکتوبات کے اصولوں اخلاقیات، مقصدیت، فکری ترتیب، اور تربیتی بنیاد کو اپنانا نہایت ضروری ہے۔ یہ نہ صرف فرد کی اصلاح میں مددگار ثابت ہو گا بلکہ معاشرتی سطح پر بھی علمی، اخلاقی اور روحانی بیداری کو فروغ دے گا۔

یوں کہا جاسکتا ہے کہ امام ربانیؒ کی مکتوبات اور جدید ابلاغ کے اصول ایک دوسرے کے لیے رہنمائی اور تقویت کا ذریعہ ہیں۔ یہ تحقیق ایک ایسا فکری اور عملی فریم ورک فراہم کرتی ہے جس کی بنیاد پر دینی، اخلاقی اور روحانی پیغام رسانی کو جدید دور میں زیادہ مؤثر، دیرپا اور مثبت بنایا جاسکتا ہے۔

## حوالہ جات

عبد الکبیر شرف قادری، برصغیر میں صوفیائے کرام کا علمی و سماجی کردار، لاہور: الفیصل ناشران، 2001ء، ص 145۔

غلام علی دہلوی، مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانیؒ، لاہور: مجلس نشریات اسلام، 1963ء، ج 1، ص 7۔

ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، بیروت: دار المعرفہ، 1990ء، ج 4، ص 234۔



- سید محمد اشرف علی، مکتوبات نظام الدین اولیاء، دہلی: ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1985ء، ص 42۔
- برنی، ضیاء الدین، تاریخ فیروز شاہی، دہلی: مطبع ندیری، 1867ء، ص 178۔
- شریف الحسن، برصغیر میں صوفیانہ فکر و سیاست، کراچی: یونیورسٹی پبلی کیشنز، 2002ء، ص 97۔
- سید عبدالحی حسنی، نزہۃ الخواطر و ہجۃ المسامح والنواظر، ج 7، لکھنؤ: مطبع ندوۃ العلماء، 1913ء، ص 142۔
- امام ربانی احمد سرہندی، مکتوبات امام ربانی، مرتب: مولانا غلام علی دہلوی، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ج 1، دیباچہ، ص 5-7۔
- ایضاً، ج 1، مکتوب نمبر 193، ص 301۔
- ایضاً، ج 2، مکتوب نمبر 23، ص 78۔
- ایضاً، ج 2، مکتوب نمبر 67، ص 142۔
- شاہ ولی اللہ دہلوی، القول الجلیل فی بیان سبیل السلوک الی اللہ، دہلی: مطبع احمدیہ، 1882ء، ص 12۔
- مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، ج 1، مکتوب 45، ص 112۔
- بدایونی، عبدالقادر، منتخب التواریخ، دہلی: مطبع ندیری، 1865ء، ج 2، ص 343۔
- شریف الحسن، برصغیر میں صوفیانہ فکر و سیاست، کراچی: یونیورسٹی پبلی کیشنز، 2002ء، ص 97۔
- مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، ج 1، ص 210۔
- عبد الرؤف، میڈیا اور ابلاغی نظریات، لاہور: سنگ میل، 2018ء، ص 77۔
- مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، ج 2، مکتوب 101، ص 88۔
- محمد اکرام، رود کوثر، لاہور: سنگ میل، 2005ء، ص 189۔
- مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، ج 2، مکتوب 101، ص 88۔
- محمد اکرام، رود کوثر، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2005ء، ص 190۔
- مجدد الف ثانی، مکتوبات امام ربانی، ج 1، مکتوب 45، ص 112۔
- محمد اکرام، رود کوثر، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2005ء، ص 189۔

#### مراجع:

- احمد سرہندیؒ (امام ربانی)، مکتوبات امام ربانی، مرتب: مولانا غلام علی دہلوی، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ج 1-3، 1915-1930۔
- احمد سرہندیؒ (امام ربانی)، مکتوبات، فارسی متن اور اردو ترجمہ، لاہور: ادارہ تحقیق و تصحیح، 2005۔
- احمد سرہندیؒ، مختارات مکتوبات امام ربانی، ترجمہ: محمد امین آرمیزانی، استنبول: دار النور المبین۔
- شاہ ولی اللہ دہلوی، القول الجلیل فی بیان سبیل السلوک الی اللہ، دہلی: مطبع احمدیہ، 1882۔
- شاہ ولی اللہ دہلوی، مجموعہ رسائل امام شاہ ولی اللہ، لاہور: کتب خانہ رحمانیہ۔
- شاہ ولی اللہ دہلوی، الطاف القدس، لاہور: مکتبہ رحمانیہ۔
- ڈاکٹر محمد عبدالحکیم شرف قادری، تاریخ تصوف برصغیر، لاہور: ادارہ تحقیق اسلامی، 2010۔
- ڈاکٹر سید علیم اشرف جاکسی، شاہ ولی اللہ اور تصوف، ریختہ بکس، آن لائن دستیاب۔
- ڈاکٹر برہان احمد فاروقی، صوفیانہ خطوط کی فکری اہمیت اور جدید ابلاغ، لاہور: ادارہ مطالعہ تصوف، 2018۔
- مفتی محمد شفیع، مکتوبات اور جدید ذرائع ابلاغ: ایک مطالعہ، کراچی: دار العلوم، 2016۔



- Rizvi, Saiyid Athar Abbas, A History of Sufism in India, Vol. II, New Delhi: Munshiram Manoharlal, 1978.
- Nizami, K.A., Some Aspects of Religion and Politics in India During the 16th Century, Delhi: Aligarh Muslim University, 1972.
- Kaplan, Andreas M., and Haenlein, Michael. "Users of the world, unite! The challenges and opportunities of Social Media." Business Horizons, vol. 53, no. 1, 2010, pp. 59–68.
- Castells, Manuel. Communication Power. Oxford University Press, 2009.
- Kietzmann, Jan H., et al. "Social media? Get serious! Understanding the functional building blocks of social media." Business Horizons, vol. 54, no. 3, 2011, pp. 241–251.
- Boyd, Danah. It's Complicated: The Social Lives of Networked Teens. Yale University Press, 2014.